

اندلس کے نام ورفیقہ و محدث، مجتہد وقت

امام قحی بن مغلدرحمہ اللہ

جناب پروفیسر سلیم شاہ

تاریخ اسلام ایسے نام ورملاء، محدثین، مفسرین، متکلمین اورائمہ سے روشن ہے جن کے علمی کارنامے اوراس سلسلے میں ان کی بے مثال محنتیں بعد والوں کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہی میں ایک نام اندلس اسلامی کے نامور محدث امام قحی بن مغلدرقربی رحمہ اللہ کا نام بھی ہے۔ تحصیل علم کے لیے آپ کی جدوجہد، دور دراز کے پرمصوبت سفر، دلی شوق و ذوق آپ کی بے ریا جستجوئے علم کا پتہ دیتے ہیں۔

آپ کا نام:..... قحی بن مغلدر بن یزید، لقب شیخ الاسلام، کنیت ابو عبد الرحمن، الاندلسی القربلی۔

تاریخ اور مقام پیدائش:..... وہ شہر قرطبہ میں ۲۱ رمضان المبارک ۲۰۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ (۱) بعض روایات کے مطابق ان کی پیدائش مندرجہ بالا تاریخ سے دو سال قبل ہوئی تھی۔ وہ اندلس کے عروج اور سنہری دور میں پیدا ہوئے، اس زمانے میں اندلس عباسی خلافت سے آزاد ریاست تھی اور اس کے چپے چپے سے علم و ہنر کے چشمے پھوٹتے تھے۔ (۲) قحی عالم طفولت میں تھے کہ اندلس اور بغداد کے درمیان علمی، ثقافتی اور تجارتی رابطے شروع ہو چکے تھے، اور بغداد کے تاجروں نے اندلس کا رخ کر لیا تھا۔ وہ اپنے سامان تجارت کیساتھ اپنے اطوار و عادات اور تہذیب و ثقافت بھی لے جاتے تھے، دوسری طرف اندلس سے تشنگان علوم و روایات کے لیے مشرق کے دروازے کھلے تھے۔ وہ اپنی علمی پیاس کو بجھانے کے لیے بغداد، بصرہ، کوفہ، ہمدان، یمن اور حرمین کا رخ کرتے تھے۔ (۳) ابتدائی تعلیم:

قحی بن مغلدر نے ابتدائی تعلیم قرطبہ ہی میں حاصل کی تھی۔ وہاں کے مشہور فقیہ اور محدث محمد بن عیسیٰ المعافری کی خدمت میں رہے اور اکتساب علم کیا، یہ قرطبہ کے چوٹی کے علماء میں سے تھے، روایات و آثار کے جید عالم تھے۔ انہوں نے طلب علم کے لیے حجاز اور عراق کا سفر کیا تھا۔ (۴)

اسفار علمیہ: سرزمین اندلس کے علماء سے استفادہ کرنے کے بعد وہ مشرق اسلامی کے سفر پر نکلے، یہاں پر علماء

حرمین، مصر، شام، جزیرہ، حلوان، بصرہ، کوفہ، واسط، خراسان، عدن اور قیروان سے استفادہ کیا۔ امام ذہبی کی رائے یہ ہے کہ ان کے لیے خراسان و ہمدان جانا ممکن نہیں ہوا، نیز جزیرہ اور یمن میں آمد بھی محل نظر ہے (۵) لیکن امام ذہبی نے جس رائے کا اظہار کیا اس کے لیے کوئی ثبوت نہیں دیا۔

بہر حال مشرق میں قتی بن مخلد شہر شہر اور گاؤں گاؤں کا چکر لگا کر علماء حدیث سے روایات لیتے تھے۔ اور حج کے موسم میں حرمین الشریفین میں ٹھہرتے تھے، اس طرح دنیا کے مختلف کونوں سے آئے ہوئے علماء دین سے روایت و درایت کے علوم کا فیض حاصل کرتے تھے۔ (۶) ان اسفار میں وہ بڑے بڑے مشائخ سے استفادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور بعض مولفین سے ان کی تالیفات کی اجازت براہ راست حاصل کی۔ بصرہ میں مشہور محدث اور مورخ خلیفہ بن الخیاط العسفری (م ۲۴۰) سے ان کی کتب، الطبقات اور التاریخ کی اجازت لی۔ کوفہ میں ابوبکر بن ابی شیبہ سے ان کی معرکہ الاراء کتاب ”مصنف“ کی اجازت حاصل کی۔ (۷)

امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضری، کسب علم کا ایمان افروز قصہ:

اسی زمانے میں آپ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف بھی حاصل کیا۔ حاضری سے متعلق درج ذیل روایت قارئین کے لیے یقیناً دلچسپی کا سبب بنے گی:

عبدالرحمن بن احمد بن قتی بن مخلد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے دادا قتی بن مخلد سے سنا ہے کہ: ”میں نے مکہ سے بغداد کا سفر کیا تاکہ امام احمد بن حنبل سے ملاقات کر لوں، جب میں بغداد کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ امام صاحب اس وقت سخت امتحان اور آزمائش میں ہیں، اور کسی کو ان سے ملاقات کی اجازت نہیں، اس بات کا مجھے بے حد صدمہ ہوا۔ جب بغداد میں داخل ہوا تو وہاں ایک سرائے میں کرائے پر جگہ لے لی، اور پھر جامع مسجد چلا گیا، تاکہ لوگوں سے مل بیٹھوں، میں ایک حلقہ علمی میں چلا گیا، دیکھا کہ ایک آدمی رجال کے بارے میں درس دے رہا ہے، جب کسی نے بتایا کہ یہ یحییٰ بن معین ہیں تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی..... میں نے عرض کیا کہ آپ احمد بن حنبل کے بارے میں فرمائیں کہ وہ کس پایہ کے آدمی ہیں؟ انہوں نے مجھے حیرت سے دیکھا اور کہا: کہ ہم جیسے لوگ ”احمد بن حنبل“ کے بارے میں کیا کہیں؟ وہ تو امام المسلمین ہیں! وہ تو اس وقت کے مسلمانوں میں بہترین اور افضل شخصیت ہیں، میں وہاں سے سیدھا امام احمد بن حنبل کے مکان کی تلاش میں نکل گیا پتا معلوم ہوا تو جا کر دروازے پر دستک دی، امام صاحب نکل آئے تو میں نے عرض کیا: ابو عبد اللہ!..... میں بہت دور سے آیا ہوں اور اس ملک میں یہ میری پہلی آمد ہے، میں آپ سے حدیث و سنت حاصل کرنا چاہتا ہوں، اس لیے آپ کے ہاں حاضر ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ مہمان خانے کے اندر آجائیے، لیکن خیال رکھو کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ لے، جب میں اندر گیا تو

امام صاحب نے پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ مغرب اقصیٰ سے۔ انہوں نے کہا: افریقہ سے؟ میں نے کہا میرا ملک 'اندلس' ہے۔ سمندر پار کر کے پھر ہم افریقہ میں داخل ہوتے ہیں۔ امام صاحب نے کہا، کہ یقیناً آپ بہت دُور سے آئے ہیں، اور آپ جیسے آدمی کے کام سے مجھے زیادہ کوئی کام پسند نہیں، لیکن آج کل میں ایک امتحان ہوں۔ شاید آپ کو اس کا علم ہو چکا ہوگا، میں نے کہا ہاں مجھے معلوم ہوا ہے، البتہ یہاں پر چونکہ میں نووارد ہوں اور شخصی طور پر کوئی مجھے جانتا نہیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں روزانہ مسائل کی حیثیت سے آؤں گا اور اسی کی طرح آپ کے گھر کے سامنے آواز لگاؤں گا، اس طرح باہر تشریف لانے پر اگر آپ مجھے روزانہ ایک حدیث بھی پڑھاتے رہیں گے تو میرے لیے کافی ہوگا۔ امام صاحب نے کہا، بالکل ٹھیک ہے لیکن شرط یہ ہے کہ آپ کسی کو بتائیں گے نہیں!..... میں نے کہا یہ شرط مجھے بالکل منظور ہے۔ میں روزانہ چھڑی لے کر ایک میلہ کپڑا سر پر باندھتا اور امام صاحب کے دروازے پر آ کر زور سے چیختا 'الاجر رحمک اللہ' جو اس وقت کے سالنوں کا نعرہ ہوتا تھا۔ وہ نکلتے اور مجھے دو تین حدیثیں یا اس سے زیادہ سناتے۔ میں نے اس طریقہ کی پابندی کی حتیٰ کہ امام صاحب پر پابندی لگانے والے شخص کا انتقال ہو گیا۔ (۸)

امام ذہبی نے اس واقعہ کو نقل کر کے اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ قحی بن مخلد امام احمد کے پاس ۲۳۰ ہجری کے بعد آئے ہیں، جب کہ امام احمد بن حنبل سے (۲۲۸ھ) احادیث کا سلسلہ قطع ہو گیا تھا، اور واثق کی موت اور متوکل کی خلافت کے بعد ۲۳۲ھ میں امام احمد نے روایت حدیث خود ترک کر دی تھی اور اس پر آخر تک ڈٹے رہے تھے۔ اس کے بعد صرف اَسماء الرجال اور فقہ کو موضوع بحث بنایا تھا۔

دوسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ اگر قحی بن مخلد امام احمد بن حنبل سے تین سو احادیث سن چکے ہوتے (جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تحدید موجود ہے) تو اپنی مسند میں اس کا ذکر بڑے فخر کے ساتھ کرتے جب کہ میرے پاس مسند قحی کے جو دو جزء موجود ہیں ان میں امام احمد سے ایک روایت بھی نہیں ہے۔ (۹) امام ذہبی کے اس اعتراض کا مشہور محدث دکتور اکرم ضیاء عمری نے ناقدانہ جائزہ لیا اور ثابت کیا ہے کہ یہ اعتراض بالکل کمزور اور ناقابل اعتماد ہے، لکھتے ہیں:

”اس روایت کی سند نہایت درجہ قوی ہے اس کو عبد الرحمن نے اپنے والد احمد اور انہوں نے اپنے والد قحی سے نقل کیا ہے۔ عبد الرحمن بن احمد ثقہ اور ضابط ہیں، اپنے لکھنے پر اعتماد کرتے تھے اور ان کے والد احمد بن قحی تو قرطبہ کے ممتاز عابد اور زہد قاضی تھے اپنے والد قحی بن مخلد کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات رکھتے تھے، اس لیے سند کے اعتبار سے یہ واقعہ قوی اور قابل اعتماد ہے۔ امام ذہبی کا دوسرا اعتراض اس پر مبنی ہے کہ قحی بن مخلد کی ملاقات امام احمد بن حنبل سے اس زمانے میں ہوئی جب امام صاحب نے خود روایات کرنا ترک کر دیا تھا، اس بات کے لیے

علامہ ذہبی نے کوئی دلیل پیش نہیں کی، نہ تاریخ میں ایسی کوئی حجت ہے جس سے امام ذہبی کی اس بات کا اشارہ ملتا ہو، بلکہ یہ بات تو معلوم اور مسلم ہے کہ قحی بن مخلد کوفہ میں ۲۲۷ھ میں آئے تھے۔ تو کیا کوفہ میں رہتے ہوئے وہ امام احمد کی ملاقات کے لیے نہیں گئے ہوں گے؟ بہت ممکن ہے کہ واثق باللہ کی وفات جو ۲۲۷ھ ہجری میں ہوئی ہے سے قبل دونوں کی ملاقات ہو چکی ہو۔ البتہ جس روایت میں ہے کہ ”حتی کہ ابتلاء میں ڈالنے والا شخص وفات پا گیا“ تو خطیب کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ واثق باللہ نے خود بھی عقیدہ اعتزال سے رجوع کر کے اہل سنت کا مسلک اختیار کر لیا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۵۰)

مسند قحی میں امام احمد کی روایت نہ ہونے کی دلیل بھی اتنی قوی نہیں ہے کیونکہ امام ذہبی نے تو اس کے دواجزاء کا ذکر کیا ہے کہ ان میں احمد بن حنبل کی روایت نہیں، صرف دواجزاء سے پوری کتاب کے بارے میں رائے قائم کرنے میں کوئی وزن نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔“ (۱۰)

اندلس کو واپسی:

حجاز و بغداد کے منابع علم سے سیراب ہونے کے بعد ۲۴۴ھ میں قحی بن مخلد واپس اندلس پہنچے اس سفر میں انہوں نے روایت و درایت کے ایسے ذخیرے جمع کیے جن کی اجازت مصنفین سے براہ راست حاصل کی تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اندلس میں ہر طرف مذہب مالکی کی سیادت و قیادت تھی اور ملک کے تمام قابل ذکر علماء اس فقہی مسلک سے تعلق رکھتے تھے، اندلس میں مذہب مالکی امام مالک کے چند شاگردوں کے ذریعے پھیل گیا تھا، جنہوں نے مدینہ منورہ میں براہ راست امام مالک سے علم حاصل کر لیا تھا۔

جب قحی بن مخلد اندلس میں واپس آ گئے اور اپنی خداداد صلاحیت اور قابل اعتماد علم کی روشنی میں انہوں نے روایات کے مطابق فتویٰ دینا شروع کر دیا اور حدیث کی ایسی نئی کتابیں ساتھ لے آئے جو اب تک علماء اندلس کے درمیان معروف نہیں تھیں، تو اس بات پر اندلس کے علماء و مشائخ کے درمیان ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور رفتہ رفتہ یہ بات اس وقت کے حاکم امیر محمد بن عبد الرحمن بن الحکم تک پہنچ گئی۔ اس نے معترضین اور قحی بن مخلد کو یکجا بٹھا کر قحی کے پاس موجود تالیفات کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد نہ صرف یہ کہ اسے سراہا بلکہ ان کی افادیت کے پیش نظر حکم دیا کہ ان کی نقول شاہی کتب خانے میں رکھی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے قحی کو علوم کی نشر و اشاعت کی اجازت بھی دی امیر نے کہا:

”انشر علمک وارو ما عندک واجلس للناس ینتفعوا بک“

”اپنے علم کو پھیلاؤ، جو علم آپ کے پاس ہے اس کی روایت کرتے رہو اور لوگوں کے لیے بیٹھتے رہو تاکہ وہ آپ

کے علم سے نفع حاصل کریں۔“ (۱۱)

وفات: قحی بن مخلد کی وفات بروز سہ شنبہ ۲۹ یا ۲۷ جمادی الاخرہ ۲۷۶ھ میں قرطبہ میں ہوئی۔ ان کی نماز جنازہ ان کے داماد محمد بن یزید نے پڑھائی اور مقبرہ بنی عباس میں ان کی تدفین ہوئی۔ (۱۲)

تقویٰ اور علمی مرتبہ:

حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ: قحی بن مخلد نیک اور متقی شخص تھے۔ کثیر الصیام تھے اور گوشہ نشین تھے۔ ان امور میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے اور اپنے شہر میں منفرد تھے۔ (۱۳) حمیدی نے کہا ہے کہ وہ حفاظ حدیث، ائمہ دین اور زہاد و صالحین میں سے تھے۔ (۱۴) ورع اور تقویٰ میں ان کا یہ حال تھا کہ انہوں نے ”قضا“ کو کبھی قبول نہیں کیا۔ حالانکہ کئی بار امراء اندلس نے پیش کش کی تھی۔ اور جب آخر میں ان کے ایک نہاتی قدر دان امیر منذر ابن عبد الرحمن نے بے حد اصرار کیا تو انہوں نے ایک دوسرے عالم عامر بن معاویہ کا نام بتا دیا اور اس طرح اپنا دامن قضا سے بچا لیا۔ (۱۵) امام ذہبی اپنی بے مثال کتاب ’سیر اعلام النبلاء‘ میں قحی بن مخلد کے بارے میں لکھتے ہیں:

..... کان اماماً مجتہداً صالحاً ربانیاً صادقاً مخلصاً راساً فی العلم والعمل، عدیم المثال نیز لکھتے ہیں کہ وہ کبار مجاہدین فی سبیل اللہ میں سے تھے، انہوں ستر سے زیادہ معرکوں میں حصہ لیا تھا۔

اساتذہ اور مشائخ:

جن مشائخ سے قحی بن مخلد کی ملاقات ہوئی اور ان سے باقاعدہ استفادہ کیا ہے ان کی تعداد دو سو چوراسی ہے۔ (۱۶)

تلامذہ:

کتب تراجم میں ان کے تلامذہ کا نام تفصیل کے ساتھ موجود نہیں، ان کے تبحر علمی کا چرچا پورے اندلس کے ساتھ، حجاز اور بغداد میں بھی ہو چکا تھا۔ ان کے ایک ساتھی احمد بن ابی خثیمہ کا بیان ہے کہ ہم نے ان کا نام مکنسنہ (جھاڑو) رکھا تھا کہ جہاں پر قحی بن مخلد ہوتے تھے تشنگان علم کو اپنی طرف کھینچ لیتے، کوئی کسی دوسرے درس میں جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا۔ ایک معاصر عالم کی یہ شہادت کتنی وزنی ہے۔ اس سے بے آسانی اندازہ ہوتا ہے کہ قحی بن مخلد سے استفادہ کرنے والے تشنگان علم کی تعداد کیا ہوگی؟ اہل مشرق کا قحی بن مخلد سے استفادے کا بہت کم ذکر ملتا ہے، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ جب تک قحی بن مخلد مشرق میں تھے اس وقت ان کے اساتذہ و مشائخ زندہ تھے جن سے لوگ مسلسل استفادہ کرتے رہتے تھے۔ اور جس وقت ان کے مشائخ دنیا میں نہیں رہے تو وہ واپس اندلس جا چکے تھے۔ مصر و افریقہ میں بھی (قلیل تعداد میں) طالبان علوم نبوت نے ان سے استفادہ کیا ہے قحی بن مخلد کے اپنے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

”لما قدمت من العراق على يحيى بن بكير اجلسنى الى جنبه وسمع منى سبعة احاديث. (۱۷)
”جب میں عراق سے آیا تو یحییٰ بن بکیر نے اپنے ساتھ بٹھالیا اور سات احادیث مجھ سے سنیں۔“ نیز کہتے ہیں:

قدمت على سحنون، فكان ابنه محمد يسمع على في داخل بيت سحنون بمحضر

من سحنون. (۱۸)

”میں سحنون کے پاس آیا تو ان کے گھر پر ان کا بیٹا محمد سحنون کی موجودگی میں مجھ سے احادیث سنتا تھا۔“ ان کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل مشائخ کا نام ملتا ہے۔

- ۱۔ احمد بن قبی بن مخلد۔ ۲۔ احمد بن خالد بن یزید۔ ۳۔ احمد بن عبد اللہ بن محمد بن المبارک الاموی ابو القاسم۔ ۴۔ اسلمہ بن عبد العزیز بن ہشام القاضي۔ ۵۔ ایوب بن سلیمان المری۔ ۶۔ حسن بن سعد بن ادیس البربری۔ ۷۔ عبد اللہ بن یونس المرادی۔ ۸۔ عبد الواحد بن حمد بن۔ ۹۔ علی بن عبد القادر بن ابی شیبہ الاندلسی۔ ۱۰۔ محمد بن عمر بن لبانہ۔ ۱۱۔ محمد بن قاسم بن محمد۔ ۱۲۔ محمد بن وزیر۔ ۱۳۔ مروان بن عبد الملک القیس۔ ۱۴۔ مہاجر بن عبد الرحمن۔ ۱۵۔ نمر بن ہارون بن رفاعہ العسبی۔ ۱۶۔ ہشام بن الولید القافی۔ (۱۹)

تالیفات:

امام قبی بن مخلد کی قابل قدر تصنیفات و تالیفات کے نام اور اوصاف تو آج دیگر کتب میں ملتے ہیں مگر وہ حقیقی سرمایہ آج ہمارے پاس موجود نہیں، قیاس کیا جاتا ہے کہ مسیحیت کے سیلاب نے جہاں اندلس پر اور تباہی مچائی وہاں یہ علمی ذخیرہ بھی اسی کی نذر ہو گیا۔ معروف کتب درج ذیل ہیں:

التفسیر الکبیر:..... علمی حلقوں میں اس تفسیر کا بہت چرچا تھا، یہ ایک بے مثال تفسیر سمجھی جاتی تھی، مشہور ظاہری عالم علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ میں قطعی طور پر بلا استثناء کہتا ہوں کہ اسلام میں ایسی تفسیر کسی نے نہیں لکھی ہے حتیٰ کہ ابن جریر کی تفسیر بھی اس کے پائے کی نہیں۔ (۲۰)

مسند قبی بن مخلد:..... علماء حدیث کے حلقوں میں اس کتاب کا اچھا خاصا تذکرہ ہوتا رہا ہے۔ یہ مسند اسماء صحابہ کی ترتیب سے ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ اس میں انہوں نے ایک ہزار تین سو سے کچھ زائد صحابہ کی روایات درج کی ہیں۔ اس کے ساتھ انہوں نے فقہی ترتیب کا بھی خیال رکھا ہے۔ یہ بیک وقت مسند اور مصنف ہے، اس سے قبل کسی نے اس منہج پر احادیث کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا ہے، اس پر اس کی ثقاہت، ضبط و اتقان اور جودت شیوخ بالا ہے۔ انہوں نے دو سو چوراسی مشائخ سے روایات کی ہیں جن میں دس تک بھی ضعیف نہیں ہیں، باقی سب مشہور علماء ہیں۔ (۲۱) ابن الفرغی نے تو لکھا ہے لیس لاحد مثلاً ایسی مسند کسی کی بھی نہیں ہے۔ (۲۲)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن حزم نے مسند قحی کو مسند احمد پر فوقیت دی ہے لیکن میرے (ابن کثیر) نزدیک یہ بات محل نظر ہے کہ مسند احمد کا رتبہ بے شک اونچا ہے۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری نے لکھا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ ابن کثیر نے یہ قطعی فیصلہ کیسے کیا ہے، جب کہ انہوں نے مسند قحی بن مغلہ کو دیکھنے کا کوئی عندیہ نہیں دیا ہے۔ (۲۳) بہر حال امام احمد بن حنبل قحی بن مغلہ کے استاد ہیں جن کی استادی پر قحی فخر کرتے ہیں، اس لیے اگر ان کی مسند کے برابر قحی کی مسند نہیں ہے تو استاد شاگرد میں جو فرق ہوتا ہے، وہ سب پر ظاہر ہے، تاہم ابن حزم جیسے عالم حدیث کی یہ رائے مسند قحی کی عظمت پر بہت بڑی حجت ہے۔

مسند قحی بن مغلہ کے بارے میں اتنا معلوم ہے کہ مشرق کے چند اکابر علماء حدیث ان سے واقف ہو چکے تھے، امام ذہبی نے تو صاف لکھا ہے کہ میرے پاس مسند قحی کے دو جزاء موجود ہیں، نیز حافظ ابن حجر کے ذخیرہ کتب میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے حافظ کے پاس مسند قحی کا ایک نسخہ موجود تھا۔ (۲۴)

دور حاضر میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ اس نے مسند قحی بن مغلہ کا کوئی مکمل نسخہ دیکھا ہے۔ ہندوستان کے ایک معروف عالم دین صاحب تحفۃ الاحوذی نے لکھا ہے کہ اس کا ایک نسخہ جرمنی کے کتب خانے میں موجود ہے، باقی تفصیل انہوں نے ذکر نہیں کی، عصر حاضر کے مشہور محقق حدیث ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری لکھتے ہیں:

میں نے برلن، کویتہ اور لائپزک کے کتب خانے چھان لیے لیکن مجھے مسند قحی بن مغلہ کی کوئی نشانی نہیں ملی، تاہم برلن کے کتب خانے میں عربی مخطوطات کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے، جس کی فہرست ابھی نہیں بنی ہے، اسی طرح مشرقی برلن کے کتب خانے کے قلمی نسخوں کی فہرستیں ابھی نہیں بنی ہیں، ابھی تک یہ امیدیں وابستہ ضرور ہیں کہ کسی شخص کے پاس یا عام کتب خانے میں جن میں برلن مغرب اور ترکی کے کتب خانے شامل ہیں اس کا کوئی نسخہ دریافت ہو جائے گا۔ (۲۵)

مصنف فی فتاویٰ الصحابہ والتابعین ومن دہم..... یہ مصنف جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے صحابہ تابعین و تبع تابعین کے فتاویٰ و اقوال کا مجموعہ ہے۔ اس کے بارے میں بھی علامہ ابن حزم نے لکھا ہے ”اربی فی علی مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ“ (۲۶) اس میں وہ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر ہے۔ یہ کتاب بھی نایاب ہے۔

ماروی فی حوض الکوثر..... یہ کتاب بھی نایاب ہے۔

عدد ما کل من الصحابہ من الحدیث..... اس عنوان سے قحی بن مغلہ کی ایک مستقل تالیف ہے۔ اس کو اندلس کے مشہور عالم ابن حزم الفاہری نے ترتیب دیا، قحی بن مغلہ نے ہر صحابی کی روایات کی تعداد بتائی ہے اور ابن حزم نے اس کو یکجا کر دیا ہے۔ اس کتاب کے قلمی نسخے اب بھی بعض کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ایک نسخہ شام کے مکتبہ

ظاہریہ میں ہے۔ دکتور اکرم ضیاء عمری نے اس نسخے کی فوٹو اسٹیٹ حاصل کر کے اسے شائع کر دیا ہے، اس میں ان صحابہ کرام کے نام درج ہیں۔ جن سے ہزاروں روایات سے لے کر ایک روایت تک مروی ہیں۔ اس نسخہ میں ان تمام صحابہ کرام کے نام ہیں جن سے مسند قحی بن مخلد میں روایات منقول ہیں اور ان کی روایات کی تعداد بھی موجود ہے۔ (۲۷)

علماء کے تعریفی کلمات:

مغرب اور مشرق کے لاتعداد علماء نے قحی بن مخلد کو اپنے وقت کا عظیم عالم اور محدث قرار دیا تھا، علامہ ابن حزم الظاہری الاندلسی نے کہا ہے: اس امام فاضل کی تالیفات بے نظیر ہیں۔ امام ذہبی نے لکھا ہے: ان کی مسند اور تفسیر کی کوئی نظیر نہیں۔ حمیدی نے لکھا ہے: انہوں نے بڑی بڑی مصنفات لکھیں اور روایات جمع کرنے میں بے حد کوشش کی، اور جب اندلس کو لوٹے تو انہوں نے اس کو علم سے بھر دیا، اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جو ان کی علمی عظمت اور کثرت معلومات کا بین ثبوت ہے۔ ابن القرضی کہتے ہیں: انہوں نے اندلس کو احادیث و روایات سے بھر دیا۔ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے: وہ علم کا سمندر تھے۔

قحی بن مخلد کی اولاد و احفاد:

اس یگانہ روزگار محدث کی اولاد کئی صدیوں تک روایات و درایت فقہ و فتویٰ اور دیگر علوم میں اہل اندلس کے لیے مرجع رہی۔ قحی بن مخلد کے اپنے صلی بیٹے احمد بن قحی ایک متقی و پرہیزگار عالم دین تھے۔ وہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے اور مسند علم پر ان کے قائم مقام تھے۔ وہ قرطبہ کی قضاء پر بھی فائز رہے۔ جس کے دوران انہوں نے عدل و انصاف کے ساتھ ورع و تقویٰ کی ایک مثال قائم کی۔

احمد کے بیٹے عبدالرحمن بن احمد بن قحی بن مخلد اپنے عصر کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے دادا قحی بن مخلد کے مناقب میں ایک کتاب بھی لکھی۔

عبدالرحمن کے بیٹے مخلد بن عبدالرحمن بن احمد بن قحی بن مخلد (پیدائش ۳۳۲ھ وفات ۴۰۸ھ) بھی اندلس کے معروف علماء میں شامل تھے۔

مخلد کے بیٹے عبدالرحمن بن مخلد بن عبدالرحمن بن احمد بن قحی بن مخلد (۳۵۸-۴۳۷ھ) بہت اونچے پائے کے عالم محدث اور فقیہ تھے، وہ دومتبہ طلیطلہ کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔

انہی کی اولاد میں محمد بن احمد بن مخلد بن عبدالرحمن بن قحی بن مخلد (۳۹۷-۴۷۰ھ) اپنے دور کے سب سے اونچے عالم تھے۔ انہوں نے اپنے والد احمد بن مخلد اور چچا ابوالحسن عبدالرحمن سے علوم روایت اور فقہ کی تعلیم حاصل کی وہ

قرطبہ کے منصب قضاء پر دومرتبہ فائز ہوئے تھے۔

ان کی اولاد الاولاد میں ابوالقاسم احمد بن یزید بن عبد الرحمن بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عبد الرحمن بن احمد بن قتی بن مخلد، اپنے دور کے واحد مشہور محدث تھے۔ وہ ۶۲۰ھ میں قرطبہ میں موطا کا درس دیا کرتے تھے۔ موطا امام مالک میں ان کے تمام مشائخ قرطبیین تھے، لطف کی بات یہ ہے کہ وہ اپنی نویں پشت کے دادا قتی بن مخلد کے حجرے ہی میں بیٹھ کر درس و تدریس کرتے تھے۔ علماء کی تاریخ میں علم و فضل میں ایسا تسلسل شاذ و نادر ہی کسی خاندان کو نصیب ہوا ہوگا۔

حوالہ جات

- ۱۔ ذہبی ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳، ص ۲۸۵..... (۲)۔ ابن الفرضی ابوالولید عبد اللہ بن محمد بن یوسف اللاری الحافظ، تاریخ علماء الاندلس جلد ۲، ص ۹۲، ۹۳..... (۳)۔ اکرم ضیاء العری، قتی بن مخلد و مقدمہ مسندہ، ص ۳۶..... (۴)۔ ابن الفرضی، تاریخ علماء الاندلس جلد ۲، ص ۹۲، ۹۳..... (۵)۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳، ص ۲۸۹..... (۶)۔ تاریخ علماء الاندلس جلد ۲، ص ۹۲..... (۷)۔ العری، اکرم ضیاء، قتی بن مخلد و مقدمہ مسندہ ص ۳۷ بحوالہ ابن عساکر..... (۸)۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳، ص ۲۹۳..... (۹)۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳، ص ۱۹۴..... (۱۰)۔ قتی بن مخلد و مقدمہ مسندہ، ص ۳۹..... (۱۱)۔ ذہبی تذکرہ الحافظ، ج ۲، ص ۲۳۰..... (۱۲)۔ تاریخ علماء الاندلس، ج ۲ ص ۹۳..... (۱۳)۔ سیر اعلام النبلاء ج ۱۳، ص ۲۸۹..... (۱۴)۔ جزوة المقتبس ص ۱۷۷..... (۱۵)۔ قتی بن مخلد و مقدمہ مسندہ، ص ۵۹..... (۱۶)۔ قتی بن مخلد و مقدمہ مسندہ ص ۴۲، ۴۵..... (۱۷)۔ یاقوت الحموی، معجم الادباء جلد ۴، ص ۸۳..... (۱۸)۔ تاریخ علماء الاندلس، ص ۹۲..... (۱۹)۔ ایضاً، ص ۹۲..... (۲۰)۔ قتی بن مخلد و مقدمہ مسندہ ص ۴۶، ۴۷..... (۲۱)۔ الحمیدی، ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر فتوح بن عبد اللہ الازدی جدوة المقتبس، ص ۱۷۷..... (۲۲)۔ ایضاً نیز دیکھیے شذرات الذهب ج ۲، ص ۱۲۹..... (۲۳)۔ تاریخ علماء الاندلس: ۹۲..... (۲۴)۔ قتی بن مخلد و مقدمہ مسندہ، ص ۴۸، ۴۹..... (۲۵)۔ ابن حجر، شہاب الدین احمد العسقلانی الاصابہ ج ۱، ص ۱۳۸..... (۲۶)۔ قتی بن مخلد و مقدمہ مسندہ ص ۲۸، ۲۷..... (۲۷)۔ قتی بن مخلد و مقدمہ مسندہ، ص ۷۹، ۱۶۹..... (۲۸)۔ جدوة المقتبس، ص ۱۷۷..... (۲۹)۔ جدوة المقتبس، ص ۱۷۷..... (۳۰)۔ سیر اعلام النبلاء ج ۳، ص ۲۹۱..... (۳۱)۔ جدوة المقتبس، ص ۱۷۷..... (۳۲)۔ تاریخ علماء الاندلس ۹۲..... (۳۳)۔ سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، طبقات المفسرین ص ۴۱..... (۳۴)۔ ابن بشکوال ابوالقاسم، خلف بن عبد الملک، الصلہ ج ۲، ص ۵۵..... (۳۵)۔ ضیاء عری بحوالہ العجب فی تلخیص اخبار المغرب۔ ۳۳۹۔

☆☆☆